OPEN ACCESS: “*EPISTEMOLOGY*”
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.9 Issue 10 December 2021

سنت بطور دلیل تشریع،امام شاطبیؒ کا اسلوب استدلال

SUNNAH AS A SOURCE OF SHARĪ‘A, IMĀM SHĀṭIBĪ’S METHOD OF INFERENCE

Sonia Hanif
Scholar, Dept. of Arabic and Islamic Studies, G.C. University, Lahore.

Dr. Muhammad Farooq Haider
Associate Professor, Dept. of Arabic and Islamic Studies, G.C. University, Lahore.

Abstract: aImām Shāṭibī: a legist and jurist of Eighth Century whose methodology of explaining Uṣūl al- Sharī‘a is quite exceptional and different from that of all other legists. His juristic and scholastic insight is well portrayed in his book “Al-Muwafaqāt fī Uṣūl al- Sharī‘a”. One part of the book is especially dedicated to the sources of Shari‘a. Imām Shāṭibī has discussed the Sunnah as a source of Sharī‘a through ten issues. In all those addressed issues, he declared Sunnah as an explanation to the Qur’ān. He proclaims that every ruling of Sunnah is always backed up by either brief or detailed text of the Qur’ān. Therefore, rulings of the Sunnah are also considered to be principles of the Qur’ān. The methodology of Imām Shāṭibī, regarding explanation to the Sunnah, is unique in a sense that he associated the Qur’ānic injunctions with *Maṣāliḥ Thalātha* (three public interests), *Ḍarūriyāt* (necessities), *Ḥājiyāt* (essentials) and *Taḥsīniyāt* (refinements). He, through explaining the objectives of Sharī‘a like preservation of religion, life, intellect, wealth and race in the light of these principles, determined the legal and explicatory status of Sunnah that it complements and explains all these principles and rules.

Keywords: Imām Shāṭibī, Al-Muwafaqāt, Sunnah, Sharī‘a,Maṣāliḥ Thalātha.

الموافقات اصول فقہ پر وہ گوہر نایاب ہے جس کی اہمیت وانفرادیت اصولیین کے ہاں مسلم ہے۔امام شاطبیؒ[1] نے مقاصد شریعت کے تناظر میں شریعت کے اصولی مباحث کو الموافقات میں موضوع بحث بنایا ہے۔کتاب کا ایک حصہ مصادر تشریع پر مبنی ہے جس میں آپ نے شریعت کے اولین دوماخذوں قرآن وسنت سے متعلق اپنی تحقیقات کو مدلل انداز میں پیش کیا۔یہاں الموافقات کے تناظر میں شریعت کے مصدر دوم سنت کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔علامہ شاطبیؒ نے کل دس مسائل میں سنت کے اصولی مباحث سے متعلق اپنی آراء کو منفرد اسلوب میں دلائل سے واضح کیا ہے ان تمام مسائل میں تیسرا اور خصوصاً چوتھا مسئلہ امام شاطبیؒ کی فقہی واجتہادی بصیرت کا آئینہ دار ہے بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سنت کی بحث میں اصل مرکز ومحور یہی مسئلہ ہے بقیہ مسائل کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن ان کی حیثیت ضمنی، جزوی، تائیدی اور تشریحی ہے لہذا یہاں تمام مسائل میں سے تیسرے اور چوتھے مسئلہ کو نسبتاً شرح وبسط سے مع دلائل زیر بحث لایا گیا ہے۔

پہلا مسئلہ: سنت کا مفہوم

سنت کی اصطلاح اور اطلاقات کی وضاحت میں علامہ شاطبیؒ نے مختلف مفاہیم بیان کیے ہیں:

> يطلق لفظ السنة على ماجاء منقولا عن النبى ﷺ على الخصوص ، ممالم ينص عليه فى الكتاب العزيز، بل انما نص عليه من جهته عليه الصلاة والسلام ، كان بيانا لما فى الكتاب اولا[2]
>
> لفظ سنت کا اطلاق خصوصاً ان امور پر ہوتا ہے جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہوں اور جس بارے کتاب اللہ کی کوئی نص موجود نہ ہو بلکہ وہ آپ ﷺ ہی سے منصوص ہوں اور جو کچھ قرآن کریم میں مذکور ہے خواہ اس کی وضاحت کے طور پر ہوں یا نہ ہوں۔

سنت کا لفظ بدعت کے مقابلہ پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

> ويطلق ايضا فى مقابلة البدعة[3]

امام شاطبیؒ نے اس بات پر بھی روشنی ڈالی کہ صحابہ کرامؓ جو صحبت نبوی ﷺ سے براہ راست فیض یاب ہونے والا وہ اولین طبقہ ہے جن کی موجودگی میں وحی بھی نازل ہوتی اور جو ہر وقت نبی کریم ﷺ کی اتباع وپیروی اور اطاعت وفرمانبرداری کے جذبہ سے سرشار رہتے لہذا ان کا قول، فعل اور عمل بھی سنت کہلائے گا۔

ويطلق ايضا لفظ السنة على ماعمل عليه الصحابة ، وجد ذلک فی الكتاب او السنة اولم يوجد ، لكونه اتباعا لسنة ثبتت عندهم لم تنقل الينا، اوا جتهاداً مجتمعا عليه منهم او من خلفا ئهم ، فان اجماعهم اجماع ، وعمل خلفائهم راجع ايضاً الى حقيقة الاجماع، من جهة حمل الناس عليه حسبما اقتضاه النظر المصلحی عندهم[4]

سنت کے لفظ کا اطلاق صحابہ کرام کے عمل پر بھی ہوتا ہے خواہ وہ کتاب و سنت میں پایا جائے یا نہ پایا جائے کیونکہ وہ سنت کے متبع تھے جو ان کے ہاں تو ثابت تھی اور ہم تک نہیں پہنچی یا وہ ایسا اجتہاد تھا جس پر انہوں نے اتفاق کر لیا یا ان کے خلفائے راشدین کا اجتہاد تھا کیونکہ صحابہ کا اجماع ہی اجماع ہے اور خلفاء کا عمل بھی اجماع کی حقیقت کی طرف راجع ہے کیونکہ عام لوگوں کے نزدیک صحابہ کرام کی جماعت یا خلفاء غور و فکر کے تقاضوں کی صلاحیت رکھنے والے تھے۔

عمل صحابہ پر سنت کے اطلاق کو امام صاحب نے مسند احمد کی درج ذیل حدیث سے موکد بنایا:

عليكم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين[5]

تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور ہدایت یافتہ نیکوکار خلفاء کی سنت پر عمل کرو۔

اس بحث کے بعد امام شاطبیؒ نے مسئلہ ہذا کے اختتام پر حاصلات کو یوں واضح کیا ہے:

مندرجہ بالا تصریحات کا ماحصل یہ ہے کہ سنت کا اطلاق چار صورتوں پر ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے قول پر آپ کے فعل پر آپ ﷺ کے سکوت پر اور یہ سب کچھ آپ ﷺ نے وحی سے سیکھا یا پھر وہ آپ ﷺ کا اجتہاد تھا کیونکہ آپ کا اجتہاد صحت پر مبنی تھا یہ تین صورتیں ہوئی اور چوتھی صورت وہ ہے جو صحابہ کرام یا خلفاء سے متعلق منقول ہے۔ اگرچہ اس صورت کو بھی قول و فعل اور تقریر میں تقسیم کیا جاسکتا ہے تاہم یہ سب کچھ ایک صورت ہے کیونکہ صحابہ کے معاملات اتنی تفصیل سے مذکور نہیں جتنی تفصیل سے رسول اللہ ﷺ کے معاملات مذکور ہیں۔[6]

دوسرا مسئلہ: سنت کا درجہ بحیثیت دلیل شرعی

دلالت کے اعتبار سے قرآن کا درجہ حدیث پر مقدم ہے یعنی سنت قرآن سے رتبہ میں موخر ہے۔

اس اصول کے حق میں علامہ شاطبیؒ نے تین بنیادی دلائل سے اپنے مؤقف کی وضاحت فرمائی ہے۔

پہلی دلیل: قرآن کریم یقینی ہے اور سنت میں ظن کی گنجائش ہے سنت کا یقینی ہونا صرف اجمالاً ہے تفصیلاً نہیں بخلاف قرآن کے کہ وہ اجمالاً بھی اور تفصیلاً بھی یقینی ہے۔ اور یقینی چیز مظنون سے مقدم ہوتی ہے لہذا سنت پر قرآن کی تقدیم لازم آتی ہے۔

دوسری دلیل: سنت یا تو قرآن کریم کی وضاحت ہوتی ہے یا اس پر اضافہ اگر وہ وضاحت ہے تو اعتبار کے لحاظ سے مبین (قرآن کریم) سے دوسرے درجہ پر ہوئی کیونکہ اگر مبین ہی ساقط ہو جائے تو بیان تو از خود ساقط ہو جائے۔ جبکہ بیان کے ساقط ہونے سے مبین کا ساقط ہونا لازم نہیں آتا اور قرآن کریم کی یہی شان اسے تقدیم کا زیادہ حقدار بنا دیتی ہے۔

تیسری دلیل: اخبار و آثار بھی اسی مقدمہ پر دلالت کرتے ہیں۔ اس ضمن میں علامہ شاطبیؒ نے ایسے آثار سے استدلال کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اپنے تمام مسائل میں پہلے قرآن اور اُس کے بعد حدیث رسول ﷺ کی طرف رجوع کرتے تھے یہاں ایک مثال بطور دلیل پیش کی جاتی ہے۔

حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ بن جبل سے پوچھا کہ تم (یمن جاکر) لوگوں کے قضایا کیسے نمٹاؤ گے۔ انہوں نے کہا اللہ کی کتاب سے آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اس میں نہ پاؤ؟ انہوں نے کہا آپ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا؟ آپ نے فرمایا اگر وہاں نہ ملے تو انہوں نے کہا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔[7]

احناف نے جو فرض و واجب کے درمیان فرق کرتے ہوئے قرآن کی تقدیم کو سامنے رکھا اس تقسیم کو علامہ اپنے موقف کے حق میں بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

احناف نے فرض اور واجب میں فرق کیا ہے تو وہ بھی اعتبار کے لحاظ سے سنت پر قرآن کی تقدیم کی طرف راجع ہے کیونکہ قرآن کا اعتبار سنت کے اعتبار سے بہر حال قوی ہے اور دوسروں نے بھی ان معنوں میں قرآن و سنت میں تفریق کی کبھی مخالفت نہیں کی اور اس مسئلہ میں یقینی بات یہی ہے کہ اعتبار کے مراتب کے لحاظ سے سنت قرآن جیسی نہیں ہے۔[8]

احناف کی مذکورہ بالا تقسیم کو علامہ نے سنت پر قرآن کی تقدیم کو دلیل بنایا۔

تیسرا مسئلہ: سنت اپنے معنی میں کتاب اللہ کی طرف راجع ہے

مختلف روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ اپنے مسائل کے حل کے لئے پہلے قرآن سے رجوع فرماتے پھر سنت رسول ﷺ سے کیونکہ سنت ہر جہت سے کتاب اللہ سے رجوع کرتی ہے لہذا سنت میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جس پر

قرآن دلالت نہ کرتا ہو چنانچہ قرآن میں جو کچھ داخل ہے سنت اس کی وضاحت کرتی ہے اور اس کے اجمال کی تفصیل کرتی ہے۔

اس مسئلہ کی توضیح میں علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں:

السنة راجعة فی معنا ها الی الکتاب فهی تفصیل مجمله ، وبیان مشکله ، وبسط مختصره[9]

علامہ موصوف قرآنی آیت (وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیهم)[10] سے استدلال کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

فلا تجد فی السنة امرا الا والقرآن قد دل علی معناه دلالة اجمالیة او تفصیلیة ،
وایضا: فکل مادل علی ان القرآن هو کلیة الشریعة وینبوع لها فهو دلیل علی ذلک[11]

آپ سنت میں کوئی ایسی بات نہیں پائیں گے جس کے معنی پر قرآن دلالت نہ کر رہا ہو خواہ یہ دلالت اجمالی ہو یا تفصیلی ہو علاوہ ازیں ہر وہ چیز جو اس بات پر دلالت کرے کہ قرآن ہی شریعت کا کلیہ اور اس کا سرچشمہ ہے تو یہ اس حقیقت پر دلیل ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے (کان خلقه القرآن)[12] والی روایت کو بھی بطور استشھاد بیان کیا ہے۔ آپ نے ارشاد باری تعالیٰ (وانک لعلی خلق عظیم)[13] کی توضیح میں حضرت عائشہ کی یہ روایت نقل کی کہ آپ ﷺ کا خلق قرآن ہے اور آپ ﷺ کو اسی پر (یعنی قرآن) محدود کیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا قول، فعل اور تقریر سب قرآن کی طرف راجع ہے کیونکہ خلق کا انحصار انہی چیزوں پر ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ہر چیز کھول کر بیان کرنے والا بنایا جس سے لازم آتا ہے کہ سنت تمام کی تمام اسی سے حاصل شدہ ہے کیونکہ ابتدائی امر و نہی وہی ہیں جو کتاب میں ہیں۔[14]

امام شاطبی نے سنت کی بطور ماخذ تشریع وضاحت فرمائی اور ثابت کیا کہ سنت اپنے تمام تر معانی میں قرآن کی طرف راجع ہے یعنی قرآن سنت پر دلالت کرتا ہے اس وضاحت کے بعد اپنے موقف کو مزید مدلل بنانے اور اس حوالے سے شکوک و شبہات کے ازالہ کی غرض سے اس نقطہ نظر پر سوالات اٹھائے اور ان کے جوابات نقل کئے۔ یہاں بغرض اختصار و تسہیل شاطبیؒ کے اصول استدلال درج ذیل ہیں:

1۔ سنت اپنے معنوں میں قرآن کی طرف رجوع کرتی ہے لہذا سنت قرآن کے اجمال کی تفسیر، اس کے مشکل کی وضاحت، اور مختصر کی تفصیل ہے۔

2۔ سنت میں کوئی ایسی بات کا دخل نہیں جس کے معنی پر قرآن دلالت نہ کر رہا ہو خواہ دلالت اجمالی ہو یا تفصیلی ہو۔

3۔ حدیث یا تو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی ہے یا رسول اللہ ﷺ کا اجتہاد ہوتا ہے۔

4۔ حدیث سننے پر بھی ویسی ہی کیفیت طاری ہونا جو قرآن سننے سے ہوتی ہے اس حدیث کے سچا ہونے پر دلیل ہے اور اگر کیفیت اس کے برعکس ہو تو حدیث صحیح نہ ہونے پر توقف لازم ہے۔

5۔ حدیث کی صحت کا اعتبار قرآن کریم کی موافقت اور اس کی عدم مخالفت پر ہے۔

چوتھا مسئلہ: کتاب اللہ سنت کو کن وجوہ سے متضمن ہے

سنت کی اس بحث کے چوتھے مسئلہ میں امام شاطبیؒ نے یہ اہم نکتہ اٹھایا ہے کہ سنت پر دلیل کتاب اللہ ہے۔ یہ قرآن کی تفصیل و وضاحت کرتی ہے مگر بلآخر قرآن کے کلیہ میں شامل ہو جاتی ہے۔ امام شاطبیؒ نے اس پر کتاب اللہ سے شواہد اور احادیث نبوی ﷺ سے دلائل پیش کئے۔ اپنے اس دعویٰ کے علامہ نے کئی ماخذ بیان کئے جن کو ذیل میں اختصار سے بیان کیا جاتا ہے۔

ماخذ اول:

> منها ماهو عام جدا، وكانه جار مجرى اخذالدليل من الكتاب على صحة العمل بالسنة ولزوم الاتباع لها[15]
>
> ایک ماخذ وہ ہے جو بالکل عام ہے۔ وہ گویا عمل بالسنت اور سنت کی اتباع کے لازم ہونے کی صحت پر قرآن ہی سے دلیل اخذ کرنے کے قائم مقام ہے۔

امام شاطبیؒ روایت نقل کرتے ہیں: حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے گودنے والی گدوانے والی، بال اکھیڑنے والی اور دانتوں کے درمیان فاصلہ بنانے والی عورتیں جو خوبصورتی کی خاطر اللہ کی پیدا کردہ چیز کو تبدیل کرتی ہے ان پر لعنت کی ہے یہ بات جب بنی اسد کی ایک عورت تک پہنچی تو وہ آکر آپ سے کہنے لگی۔ اے ابو عبدالرحمان مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ ایسی عورتوں پر لعنت کرتے ہیں۔ آپ نے کہا میں اس پر کیوں لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی اور

یہ بات قرآن میں ہے وہ کہنے لگی میں نے سارا قرآن پڑھا ہے میں نے تو اس میں یہ بات نہیں دیکھی آپ نے فرمایا: اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا تو ضرور پالیتیں۔[16]

پھر آپ نے اس آیت سے استدلال کیا: وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا[17] گویا اس عورت کے لئے آپ کا ظاہر قول تو یہ تھا کہ ایسا حکم کتاب اللہ میں ہے پھر وما اتکم الرسول فخذوہ کو مذکورہ بالا قول کی دلیل بنایا۔

علامہ شاطبیؒ نے اس ماخذ کی توضیح میں کئی امثلہ نقل کی ہیں۔

ماخذ دوم:

سنت قرآن کے مجمل احکامات کی تبیین ہے،اس ماخذ کی وضاحت میں علامہ شاطبیؒ تحریر فرماتے ہیں:

ومنھا الوجہ المشھورعند العلماء کالاحادیث الا تیۃ فی بیان ما اجمل ذکرہ من الا حکام اما بحسب کیفیات العمل او اسبابہ او شروطہ او موانعہ او لواحقہ اوما اشبہ ذلک، کبیا نھا للصلوات علی اختلا فھا فی مواقیتھا ورکوعھا وسجودھا وسائر احکا مھا وبیانھا للزکاۃ فی مقاد یرھا و اوقاتھا ونصب الاموال المزکاۃ و تعیین مایزکی مما لا یزکی وبیان احکام الصوم ومافیہ مما لم یقع النص علیہ فی الکتاب[18]

اور ایک ماخذ علماء کے ہاں مشہور وجہ ہے جیسے آنے والی احادیث میں ان احکام کی وضاحت کا قرآن میں مجملاً ذکر ہے خواہ یہ عمل کی کیفیات کے لحاظ سے طے ہو یا اس کے اسباب شروط اور موانع کے لحاظ سے یا اس کے لواحق یا اس سے ملتی جلتی باتوں کے لحاظ سے ہو جیسے نمازوں کے اوقات کے اختلاف اور رکوع و سجود اور باقی دوسرے احکام کی وضاحت یا زکوۃ کے لیے مقداروں اوقات اور اموال کے نصاب کی وضاحت نیز یہ وضاحت کہ کس مال میں زکوۃ مقرر ہے اور کس میں نہیں اور روزوں کے احکام کی وضاحت اور ان احکام کی جن کے متعلق قرآن میں کوئی نص نہیں۔

یہی بات ہے جس سے اس بیان کا قرآن کریم کی اس آیت کے تحت داخل ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم[19]

اس کے بعد امام شاطبیؒ اس ماٰخذ کے ذیل میں آئمہ کے اقوال سے استدلال کرتے ہیں کہ امام اوزاعی حسان بن عطیہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی اور اس سنت کے ساتھ جبریل آپ کے پاس حاضر ہوتے جو اس کی تفسیر ہوتی تھی۔[20]

امام احمد بن حنبل کا قول نقل کرتے ہیں۔

وسئل احمد بن حنبل عن الحديث الذی روی ان السنة قاضية على الكتاب ، فقال: مااجسر على هذا ان اقوله، ولكنی اقول: ان السنة تفسر الكتاب و تبينه[21]

امام احمد بن حنبل سے سنت کے کتاب پر قاضی ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا میں ایسا کہنے کی جسارت تو نہیں کرتا تاہم یہ ضرور کہتا ہوں کہ سنت کتاب اللہ کی تفسیر اور وضاحت کرتی ہے۔

ماٰخذ سوم:

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:

ومنها النظرالی مادل عليه الكتاب فی الجملة ، وانه موجود فی السنة على الكمال زيادة الى ما فيها من البيان والشرح، وذلک ان القرآن الكريم اتى بالتعريف بمصالح الدارين جلبا لها والتعريف بمفاسد مما دفعا لها، قد مران المصالح لا تعدو الثلاثه الاقسام: وهی الضروريات : ويلحق بها مكملا تها: والحاجيات: ويضاف اليها مكملا تها، والتحسينيات: ويليها مكملاتها، ولا زائد على هذه الثلاثة المقررة فی كتاب المقاصد : واذا نظرنا الى السنة وجدنا ها لا تز يد على تقرير هذه الامور فالكتاب اتى بها اصولا يرجع اليها، والسنة اتت بها تفريعا على الكتاب وبيانا لما فيه منها۔ فلا تجد فی السنة الا ما هوراجع الى تلک الاقسام[22]

اور ایک ماٰخذ قرآن کریم کے مجملات پر دلالت میں غور و فکر ہے جو سنت میں بکمالہ موجود، اس کے مجملات پر اضافہ اور اس کی شرح وضاحت ہے اور یہ اس طرح کہ قرآن کریم مصالح کے حصول اور مفاسد کے دفعیہ کو معلوم کرانے کے لیے آیا ہے اور ۔۔۔ مصالح تین اقسام سے زیادہ نہیں اور وہ ضروریات ہیں اور وہ مکملات جو ان ضروریات سے آملتے ہیں اور حاجیات ہیں اور جو مکملات اس سے

منسوب ہیں اور تحسنیات ہیں اور اس سے ملنے والے مکملات ہیں ان تین اقسام سے زائد کچھ نہیں ۔۔۔۔اور جب ہم سنت کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس میں انہی امور کو برقرار رکھنے کے علاوہ کوئی زائد چیز نہیں گویا کتاب اصول پیش کرتی ہے جو اسی کی طرف لوٹتے ہیں اور سنت کتاب پر تفریع پیش کرتی ہے اور اس میں جو اصول ہیں ان کی وضاحت کرتی ہے گویا آپ سنت میں وہی کچھ پائیں گے جو ان تینوں اقسام کی طرف راجع ہے۔

یعنی سنت مصالح ثلاثہ کی تکمیل کی طرف لوٹتی ہے جو قرآن نے سعادت دارین کے حصول کے لئے بیان کئے۔

مصالح ثلاثہ اور احکام سنت

علامہ شاطبیؒ نے مصالح ثلاثہ ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کے تحت مقاصد شریعہ یعنی حفظ دین، حفظ نفس، حفظ عقل، حفظ نسل اور حفظ مال کو موضوع بحث بناتے ہوئے سنت کی تشریعی و تشریحی حیثیت کو واضح کیا۔

الف۔ضروریات:

حفظ دین پر بحث کرتے ہوئے امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

حفظ دین تین معنوں پر منحصر ہے اور وہ اسلام ایمان اور احسان ہیں ان کی اصل تو کتاب میں ہے اور وضاحت سنت میں اور اس کی مکملات تین چیزیں ہیں اور وہ ہیں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہوئے ڈرتے ہوئے دعا کرنا اور اس شخص سے جہاد کرنا جو ان سے عناد رکھے یا بگاڑ پیدا کرے اور جو چیز اس کی اصل میں نقصان پیدا کرے اس کی تلافی۔ان باتوں کی اصل کتاب میں ہے اور بکمالہ وضاحت سنت ہے۔

حفظ نفس کے قرآن مجید میں بیان ہونے والے اصول اور ان اصولوں کی سنت نے کیسے وضاحت اس بات پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ صاحب فرماتے ہیں: حفظ نفس بھی تین معنوں میں ہے اور نفس کو قائم رکھنا ہے جس کی اصل تناسل کی مشروعیت ہے اور عدم سے وجود کی طرف اس کے نکلنے کے بعد اس کی بقاء کی حفاظت ہے جو کھانے پینے سے ہوتی ہے اور یہ داخلی لحاظ سے اس کی حفاظت ہے اور لباس اور مکان سے خارج سے اس کی حفاظت ہوتی ہے ان سب باتوں کی اصل قرآن میں ہے اور سنت اس کی وضاحت کرتی ہے۔اور اس کے مکملات تین چیزیں ہیں اور وہ حرام کاموں سے زنا میں پڑنے سے اس کی حفاظت ہے اور اس کی حفاظت صحیح نکاح پر ہو پھر اس سے وہ سب کچھ آملتا ہے جو اس کے متعلقات میں جیسے طلاق۔خلع

لعان وغیرہ اور جس سے وہ غذا حاصل کرتا ہے اس کی حفاظت کہ وہ ایسی چیزیں نہ ہوں جو ایسے نقصان پہنچائیں یا مار دیں یا بگاڑ پیدا کریں اور ذبائح اور شکار سے ایسی چیزوں کا قائم کرنا جن کے بغیر یہ امور قائم نہیں رہ سکتے اور حدود و قصاص کا مشروع ہونا اور پیش آنے والے عوارض کی نگہداشت اور اس سے ملتی جلتی چیزیں۔علامہ موصوف کبھی کبھیں **حفظ نسل** کو حفظ نفس کی قسم میں داخل کرتے ہیں۔جیسا کہ انہوں نے لکھا اور کبھی حفظ نسل بھی اسی قسم میں داخل ہو جاتی ہے اور اس کی اصل قرآن میں ہے اور سنت اس کی وضاحت کرتی ہے۔

حفظ مال املاک میں اس کے داخل ہونے کی نگہداشت کی طرف راجع ہے اور جیسے مال کو بڑھانا کہ وہ وفا نہ کرے اور اس کے مکمل عوارض کا دفعیہ اور سزا حد اور ضمان کی،اصل کی تلافی ہے اور وہ کتاب و سنت میں مذکور ہے۔

حفظ عقل ایسی چیز تک پہنچنا ہے جو عقل کو خراب نہ کرے اور یہ چیز قرآن میں ہے اور اس کا مکملہ حد یا سزا کی مشروعیت ہے جس کی اصل علی الخصوص قرآن میں نہیں ہے گویا اس میں امت کے اجتہاد کا حکم باقی رہ جاتا ہے۔[23]

ب۔حاجیات:

حاجیات کیونکہ ضروریات کے گرد گھومتی ہیں اور حاجیات کا مقصد حرج اور مشقت کو دور کر کے آسانی پیدا کرنا ہے اس لئے حاجیات میں ایسے احکام ہیں جس سے آسانی ہو۔اس لئے احکام خمسہ میں کیسے آسانی پیدا کی گئی اس پر بحث کرتے ہوئے علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں:

دین کی نسبت سے یہ بات طہارت کے مواقع پر رخصتوں کے جائز ہونے سے ظاہر ہوتی ہے جیسے تیمم سے اور جب نجاست کے ازالہ میں تنگی پیش آئے تو نجاست کے حکم کے اٹھ جانے سے اور نماز میں قصر سے اور پوشیدہ جگہ پر رفع حاجت اور نمازیں جمع کرنے سے اور نماز بیٹھ کر اور پہلو پر ادا کرنے سے اور روزہ کے بارے میں سفر اور مرض میں روزہ نہ رکھنے سے۔باقی عبادات کا بھی یہی حال ہے قرآن میں اگرچہ تیمم،قصر اور فطر کی بعض تفاصیل منصوص ہیں تو یہ اتنی ہی ہیں ورنہ رفع حرج پر اس میں کافی نصوص موجود ہیں اور مجتہد کو یہ حق ہے کہ وہ قاعدہ جاری کرے اور رخصتوں کا حساب لگائے اور قاعدے کے اجزاء اور رخصت کا حساب رکھنے میں سنت پہلے نمبر پر ہے۔

نفس کی نسبت سے یہ بات کئی جگہ ظاہر ہوتی ہے اور ان میں رخصت کے مقامات بھی ہیں جیسے لاچار آدمی کے مردار کھانے سے اور زکوۃ وغیرہ سے مالی ہمدردی اور شکار کی اباحت اگرچہ اس سے پورا احرام کردہ خون نہ نکلے جو ذبح اصلی سے نکلتا ہے۔

تناسل میں حق مہر کا نام لئے بغیر شرمگاہ پر عقد ہو جانے سے کہ بعض لاعلموں کو نظر انداز کر کے اسے جائز قرار دیا گیا کہ اس میں جھگڑا نہ کھڑا کیا جائے جیسا کہ لین دین کے معاملات میں ہوتا ہے اور طلاق کو تین تک محدود کرنے سے اور انہی اصل کے لحاظ سے طلاق کی اباحت اور خلع اور ایسی ہی دوسری چیزوں سے۔

مال کی نسبت سے بھی معمولی قسم کے دھوکہ میں رخصت دینے سے اور ایسی جہالت جو بالعموم جدا نہ ہو سکتی ہو اور بیع سلم اور عرایا کی رخصت اور قرض اور مضاربت اور مساقات وغیرہ اور ضروریات سے زائد اپنے پاس رکھنے اور جمع رکھنے کی گنجائش اور حلال پاکیزہ چیزوں سے فائدہ اٹھانا جبکہ اسراف یا بخل کا قصد نہ ہو۔

عقل کی نسبت سے، مجبور شخص سے حرج کو اٹھانے سے اور لاچار شخص سے اس شخص کے قول کے مطابق جو بھوک، پیاس اور مرض کے وقت جان کے خوف کا قائل ہو اور اس سے ملتی جلتی چیزوں سے۔[24]

امام شاطبیؒ اس نکتہ کا کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

یہ سب چیزیں رفع حرج کے قاعدہ کے تحت داخل ہیں کیونکہ ان میں سے اکثر امور اجتہادی ہیں اور سنت نے ان میں سے ان باتوں کی وضاحت کی جو ان کے مقابلہ پر ہوتی ہیں اور وہ قرآن کے اجمال کی تفسیر ہوتی ہیں اور جس چیز کی کتاب میں تفسیر کر دی گئی ہو تو سنت نہ اس سے آگے جاتی ہے اور نہ اس سے نکلتی ہے۔[25]

ج۔ تحسینیات:

تحسینیات کے بارے میں علامہ صاحب لکھتے ہیں:

> وقسم التحسينيات جار ايضا كجريان الحاجيات ، فانها راجعة الى العمل بمكارم الاخلاق وما يحسن فى مجارى العادات[26]
>
> تحسینیات کی قسم بھی حاجیات ہی کی طرح جاری ہے وہ مکارم اخلاق کے ساتھ عمل کرنے کی طرف راجع ہے اور اس طرف جس سے عادات سنور جائیں۔

تحسینیات کا ذکر کرتے ہوئے امام صاحب رقمطراز ہیں۔

نمازوں کی نسبت سے طہارت اس شخص کے خیال کے مطابق جو اسے اسی قسم سے سمجھتا ہے اور لباس، خوشگوار وضع اور خوشبو وغیرہ سے زینت حاصل کرنا اور زکوۃ و صدقات میں اعلیٰ اور پاکیزہ چیز کا انتخاب اور روزوں میں نرمی کے آداب اور

نفوس کی طرف نسبت سے جیسے نرمی، احسان اور کھانے پینے کے آداب وغیرہ اور **نسل کی نسبت** سے جیسے بیوی کو بھلے طریقے سے پاس رکھنا یا احسان کے ساتھ رخصت کرنا جس سے بیوی کو تنگی نہ ہو اور رہن سہن میں نرمی ہو سکے وغیرہ وغیرہ اور **مال کی نسبت** سے جیسے لالچ رکھے بغیر مال قبول کرنا اور اس کے کمانے اور استعمال کرنے میں خدا خوفی اور اس میں محتاج پر خرچ کرنا اور **عقل کی نسبت** شراب سے دور اور ایک طرف رہنا خواہ اس کو پینے کا قصد نہ کرے کیونکہ اللہ کا حکم فاجتنبو (اس سے ایک طرف رہو۔ بچو) ہے جس سے مراد کلی طور پر ایک طرف رہنا ہے۔[27]

مختلف مثالوں سے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ قرآن کیسے مصالح ثلاثہ کو بیان کرتا ہے اور سنت کیسے اس کے اجمال کی شرح و وضاحت کرتی ہے۔ اس بارے میں لکھتے ہیں:

> ان سب باتوں کی اصل قرآن میں ہے اور سنت نے اسے اجمالاً، تفصیلاً یا ایک ساتھ دونوں طرح بیان کیا ہے اور سنت ان تمام امور پر اس لحاظ سے قاضی ہے کہ وہ سمجھنے میں واضح اور شرح صدور میں شافی ہے اور یہاں اس تنبیہ سے یہی مقصود ہے اور جن باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان سے عاقل کو ان باتوں کی طرف رہنمائی ہو جاتی ہے جس کا ذکر نہیں کیا گیا اور توفیق تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔[28]

ماٰخذ چہارم:

(الف) ایک ماخذ ہر دو واضح اطراف کے درمیان غور و فکر سے حاصل ہوتا ہے یعنی وہ محل اجتہاد ہوتا ہے اس میں ان امور کو زیر بحث لایا جاتا ہے جو اصول اور فروع کے درمیان گھومتی ہیں اور یہی قیاس کی دلیل کو واضح کرنے والی ہیں۔[29]

اس ماٰخذ کے تحت علامہ نے دس کے قریب امثلہ بیان کیں تاکہ اس اصول کی وضاحت ہو سکے۔ یہاں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

i. اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام کیا اب ان دونوں اصلوں کے درمیان بہت سی چیزیں ہیں جنہیں کسی ایک اصل کی طرف ملایا جا سکتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی ایسی وضاحت کی جس سے معاملہ واضح ہو جائے آپ نے سب کچلی والے درندوں اور پنجوں والے پرندوں کو کھانے سے منع فرمادیا اور گھریلو گدھوں کو کھانے سے منع کیا اور فرمایا کہ وہ ناپاک ہیں اور عبداللہ بن عمر سے خارپشت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے کھاؤ پھر یہ آیت پڑھی۔ (قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ)[30] (آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ مجھے وحی ہوا ہے اس میں یہ نہیں پاتا) تو کسی نے ابن عمر سے کہا کہ حضرت

ابو ہریرہ تو رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ خارپشت گندی چیز ہے اب عمر کہنے لگے کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے ایسا کہا ہے تو وہی درست ہے جو آپ نے فرمایا ہے اور ابوداؤد نے تخریج کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جلالہ جانور کے کھانے اور اس کے دودھ استعمال کرنے سے منع کیا ہے[31] کیونکہ اس کے گوشت اور اس کے دودھ میں پلیدی کا اثر ہوتا ہے گویا یہ سب باتیں خبائث کی اصل سے الحاق کے معنی کی طرف راجع ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے گوہ[32] سرخاب[33] خرگوش[34] اوراس سے ملتی جلتی چیزوں کا پاکیزہ چیزوں کی اصل سے الحاق کردیا۔[35]

ii. اللہ تعالیٰ نے ایسی مشروبات کو حلال کیا جو نشہ آور نہ ہوں جیسے پانی دودھ، شہد وغیرہ اور مشروبات سے شراب کو حرام کیا کیونکہ اس سے عقل زائل ہوجاتی ہے جس سے عداوت اور بغض واقع ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے اب ان دونوں اصلوں کے درمیان کئی چیزیں ہیں جو حقیقتاً نشہ آور تو نہیں مگر قریب ہے کہ ان سے نشہ پیدا ہوجائے اور وہ دباء، مزفت اور نقیر وغیرہ کا نبیذ ہے آپ نے اسی کو حقیقتاً نشہ آور چیزوں کے ساتھ سد ذریعہ کے طور پر ملا کر ان سے منع کر دیا پھر معاملہ کی حقیقت کی طرف رجوع کرتے ہوئے کہ اشیاء کی اصل تو اباحت ہے جیسے پانی اور شہد۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا اب تم نبیذ بنا سکتے ہو (مگر یہ یاد رہے کہ) ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔[36]

رہی یہ بات کیا تھوڑی سی نشہ آور چیز بھی اپنی اصل تحریر پر ہے تو آپ نے وضاحت فرمادی کہ ''جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے''[37] اسی طرح آپ نے دو چیزیں ملا کر بھگو کر پینے سے منع کیا اور اس کی وجہ وہی تھی جو دباء اور مزفت وغیرہ میں نبیذ بنانے کی ہے اور اسی طرح کی دوسری چیزیں مفہوم کے لحاظ سے دو اصلوں کے درمیان گھومتی ہیں تو ان دونوں کے درمیان گھومنے والی چیزوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے وضاحت فرما کر تعیین کر دی کہ اسے ان دونوں اصلوں میں سے کس کے ساتھ ملایا جائے۔[38]

ایسی مثالوں کے بعد علامہ لکھتے ہیں یہ وہ مثالیں ہیں جن سے ان کے علاوہ دوسرے مسائل میں بھی مدد لی جاسکتی ہے اور جو کوئی غور کرے اس کے لئے معاملہ واضح ہے اور وہ ہر دو منصوص اصلوں میں سے کسی ایک کی طرف راجع ہوتا ہے یا پھر ایک ساتھ دونوں کی طرف راجع ہوتا ہے پھر ہر ایک میں سے ''ایک طرف'' اخذ کرلی جاتی ہے اور کوئی بھی مسئلہ نہ ان دونوں اصلوں سے خارج ہوتا ہے اور نہ ان سے آگے چلتا ہے۔[39]

(ب)رہا قیاس کا میدان تو قرآن کریم میں ایسے اصول موجود ہیں جو ان جیسے امور کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ان کا حکم بھی ان کے حکم جیسا ہوگا اور ان کے اطلاق سے یہ نتیجہ مرتب الفہم ہو جاتا ہے کہ بعض مقیدات اسی طرح کے ہیں گویا یہ اصل سنت کی وضاحت پر اعتماد کرتے ہوئے فروع کو تفریع کے قابل بنادیتی ہے۔[40]

اس مآخذ میں علامہ دس مثالیں نقل کرتے ہیں جن میں سے تین یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

i. اللہ تعالیٰ نے نکاح میں عورت اور اس کی بیٹی کو جمع کرنے اور دو بہنوں کو جمع کرنے سے منع کیا اور قرآن میں ارشاد ہوا کہ(واحل لکم ماورا ء ذالکم)[41]اور رسول اللہ ﷺ نے عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا جو کہ قیاس کے باب سے ہے کیونکہ نکاح میں ماں بیٹی یا بہن بہن کو جمع کرنے کے مفہوم کی جو مذمت وہاں پائی جاتی ہے وہ یہاں بھی موجود ہے اور اس حدیث میں یہ مروی ہے کہ جب تم نے ایسا کیا تو تم نے اپنے ارحام کو قطع کیا اور اس کی علت قیاس کی رو سے سمجھی جاسکتی ہے۔[42]

ii. اللہ تعالیٰ نے پاک کرنے والے پانی کی یہ صفت بیان فرمائی کہ اللہ ہی نے اسے آسمان سے اُتارا اور زمین پر ٹھہرایا اور ایسی بات سمندر کے پانی کے متعلق نہیں آئی تو سنت نے آکر سمندر کے پانی کو دوسرے پانیوں سے الحاق کرتے ہوئے کہا کہ سمندر کا پانی طہور اور اس کا مردار حلال ہے۔[43]

iii. اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رضاعت کے نکاح کی تحریم کے متعلق فرمایا(وامھتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ)[44]تو ان دونوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے ان تمام دودھ کے رشتہ داروں کو ملادیا جو نسب کی بنا پر حرام ہیں جیسے پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی وغیرہ وغیرہ اور انہیں ملانے کی جہت قیاس ہی کی جہت ہے۔[45]

مآخذ پنجم:

ایک مآخذ یہ ہے کہ قرآن کی تفاصیل میں جو احادیث کی تفاصیل آئی ہیں ان میں غور کیا جائے اگرچہ سنت میں مزید وضاحت ہے لیکن اس ماخذ کو اختیار کرنے والا یہ جستجو کرے گا کہ سنت میں تمام مشار الیہ معنی معلوم کرے جو لغت کی وضع کے لحاظ سے ہوں نہ کہ کسی دوسری جہت سے یا وہ قرآن میں منصوص علیہ ہوں پھر ہم ان کی صحت یا عدم صحت کے متعلق غور کر سکیں گے اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔[46]

i. سبیعہ اسلمیہ والی حدیث ہے جبکہ اس نے اپنے خاوند کی وفات کے پندرہ دن بعد بچہ جنا تو اسے رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ

اس کی عدت ختم ہوگئی گویا اس حدیث نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وضاحت کی (والذین یتو فون منکم ویذرون ازواجا یتر بصن بانفسھن اربعۃ اشھرو عشرا)[47] یہ عدت اس کے لئے ہے جو حاملہ نہ ہو اور اللہ کا یہ قول(وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ)[48]اور حاملہ عورتوں کی عدت حمل وضع ہونے تک ہے مطلقہ اور بیوہ سب کے لئے عام ہے۔[49]

ii. عدی بن حاتم کی حدیث ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت (حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر)[50] یہاں تک کہ فجر کے وقت سفید دھاگا کالے دھاگے سے واضح ہو جائے نازل ہوئی تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تورات کی سیاہی کے مقابلہ میں دن کی سفیدی ہے۔[51]

پانچواں مسئلہ: سنت غیر تشریعی کی اصل کا قرآن میں ہونا لازم نہیں

صاحب الموافقات نے مسئلہ ھذا میں بطور اصول یہ بات واضح کی صرف شرعی امور سے متعلق سنت کی اصل قرآن میں موجود ہے۔

> حیث قلنا ان الکتاب دال علی السنة وان السنة انما جاءت مبینة له فذلک بالسنة الی الامر والنھی والاذن اوما یقتضی ذلک وبالجملة ما یتعلق بافعال المکلفین من جھة التکلیف واما ما خرج عن ذلک من الاخبار عما کان او ما یکون ممالا یتعلق به امر ولا نھی ولا اذن فعلی ضربین[52]
>
> جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کتاب سنت پر دلالت کرنے والی ہے اور سنت اس کی وضاحت کرنے کے لئے آئی ہے تو یہ بات امر نہی اور اذن یا جس کا وہ تقاضا کرے، کی نسبت سے ہوتی ہے اور مختصر اًہر وہ چیز ہے جو تکلیف کی جہت سے مکلفین کے افعال سے متعلق ہو ہاں جو چیز اخبار وغیرہ سے ان امور کو خارج ہو خواہ وہ خبر واقع ہو چکی ہو یا ہونے والی ہو اور اس کا امر، نہی اور اذن سے کوئی تعلق نہ ہو تو اس کی دو قسمیں ہیں۔

(الف) پہلی یہ کہ وہ قرآن کی تفسیر کے موقع پر سنت میں واقع ہو۔اس میں کوئی شک نہیں کہ سنت قرآن کا بیان ہے۔اس کے بیان میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے[53] جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(بل احیاء عند ربھم یرزقون)[54]اور آپ ﷺ نے فرمایا ان

کی ارواح سبز پرندوں کے اجسام میں ہیں اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں آزادی سے اڑتے پھرتے ہیں اور ان قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں جو عرش سے معلوم ہیں۔[55]

قرآن میں ہے (وكذالک جعلنكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا)[56]

كنتم خير امة اخرجت للناس[57]

اور آپ ﷺ نے فرمایا تم ستر امتوں کی پیروی کرتے ہو اور اللہ کے ہاں ان سب سے بہتر اور معزز ہو۔[58]

(ب) دوسری قسم یہ کہ سنت قرآن کی تفسیر پیش نہ کر رہی ہو نہ ہی اس میں اعتقادی یا عملی تکلیف کے معنی پائے جائیں ایسے بیان کے لئے ضروری نہیں کہ اس کی اصل قرآن میں موجود ہو کیونکہ وہ تکلیف کے مواقع سے زائد امر ہے اور قرآن تو صرف انہی امور کے لئے نازل ہوا لہذا سنت اگر ان امور سے باہر بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔[59]

چھٹا مسئلہ: اجازت وعدم اجازت پر سنت کی دلالت

سنت کی تین اقسام ہیں آپ ﷺ کا قول، فعل اور کسی شے کا علم ہونے کے بعد اور اس سے انکار کی قدرت کے باوجود آپ ﷺ کا سکوت چاہے وہ شے منکر ہی کیوں نہ ہو۔[60] جہاں تک قولی سنت کا تعلق ہے تو اس میں نہ کوئی اشکال ہے نہ کوئی تفصیل[61]

i. فعلی سنت کی اجازت اور عدم اجازت پر دلالت

جہاں تک فعل کا تعلق ہے تو اس میں کسی فعل سے رکنا بھی فعل ہے۔ کیونکہ ایک جماعت کے نزدیک یہ بھی ایک فعل ہے۔[62]

آپ ﷺ کے فعل سے متعلق علامہ لکھتے ہیں:

> فالفعل منه ﷺ دليل على مطلق الاذن فيه ما لم يدل دليل على غيره۔[63]
>
> آپ کا فعل مطلق اجازت کی دلیل ہے خواہ اس کی کوئی دلیل ہو یا نہ ہو۔

مطلق اجازت واجب، مندوب اور مباح پر مشتمل ہے اس لئے آپ ﷺ کا فعل بھی اس سے خارج ہیں لہذا آپ ﷺ کا فعل واجب یا مندوب یا پھر مباح ہوگا۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ ﷺ کا وہ فعل کسی خاص حالت کی وجہ سے تھا یا مطلق تھا۔ مطلق کی مثال تو آپ ﷺ کے سارے مفعولات ہیں۔ اور حالت کی مثال آپ ﷺ کا زانی کے

لیے خاموش رہنا ہے۔ جبکہ اس نے آپ ﷺ کے پاس اقرار کر لیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سلسلہ میں اس کیلیے مزید احتیاط برتی تانکہ اس زانی نے صاف مجامعت کے لفظ سے آپ ﷺ کے سامنے صراحت کر دی۔[64]

مذکورہ بالا بحث تو آپ ﷺ کے فعل سے تھی بعد ازاں علامہ نے ترک کی بھی وضاحت فرمائی۔

واماترک فمحله فی الاصل غیر الماذون فیه، وهو المکروه و الممنوع، فترکه علیه الصلاةوالسلام دال علی مرجوحیة الفعل[65]

اور جہاں تک ترک کا تعلق ہے تو وہ اپنی اصل میں غیر ماذون فیہ ہے خواہ وہ مکروہ ہو یا ممنوع ہو۔

علامہ شاطبیؒ نے اس ترک کی کئی وجوہ بیان کیں۔

وهو اما مطلقاً و امافی حال۔[66]

مطلق ترک کرنا تو ظاہر ہے لیکن کسی حالت میں متروک کی کئی انواع ہیں۔ جیسے:

ا۔ایک وجہ طبیعت کی کراہت ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے گوہ کے بارے فرمایا اور اسے کھانے سے رک گئے کہ ''چونکہ ہماری سرزمین میں یہ جانور ناپید ہے لہٰذا مجھے اس سے گھن آتی ہے۔''[67]

(مذکورہ مثال سے واضح ہوتا ہے کہ) یہ جبلت کے حکم سے مباح کا ترک ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

۲۔ ترک کی ایک وجہ اس کے فرض ہو جانے کا خوف ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ ایسے عمل کو ترک کر دیتے جسے کرنا آپ ﷺ کو محبوب تھا۔ صرف اس خوف سے کہ دوسرے لوگ بھی وہ کام کرتے رہے تو ان پر فرض کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے مسجد میں قیام اللیل ترک کیا۔[68]

ii. تقریری سنت کی اجازت وعدم اجازت پر دلالت

اقرار کا محمل یہ ہے کہ ایسے فعل میں کوئی حرج نہیں جسے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا ہو اور اس پر خاموش رہے ہوں یا اسے سنا ہو تو اس پر خاموش رہے ہوں۔[69]

لیکن جہاں تک تعلق ہے مکروہ کا تو وہ اس میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ فعل مکروہ منہی عنہ ہے۔ جب ایسی صورت ہوگی تو سکوت درست نہی ہوگا۔اور اس لیے بھی کہ علماء کے ہاں اقرار اسلامی قانون کا محل ہے۔[70]

علامہ نے اس کے تحت جو امثلہ نقل کیں ان میں آپ ﷺ کے دستر خوان پر گوہ کا کھانا ہے۔

ساتواں مسئلہ: سنت قولی کے درجات باعتبار اقتداء

مسئلہ ھذا میں امام شاطبیؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ کسی قول کے ساتھ اگر آپ ﷺ کا فعل بھی شامل ہو جائے تو پیروی میں صحت کے لحاظ سے بلند ترین مرتبہ ہوتا ہے اور آپ کے نزدیک یہ عمل سب سے افضل ہے۔

چنانچہ علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں:

> القول منه ﷺ اذا قارنه الفعل فذلک ابلغ ما یکون فی التاسی بالنسبة الی المکلفین، لان فعله علیه الصلاة والسلام واقع علی ازکی مایمکن فی وضع التکالیف، فالا قتداء به فی ذلک العمل فی اعلیٰ مراتب الصحة[71]
>
> جب آپ ﷺ کے قول کے ساتھ اس کے مطابق آپکا فعل بھی ہو تو مکلفین کی پیروی کے لحاظ سے یہ صورت سب سے ابلغ ہے کیونکہ تکالیف کی وضع میں آپ ﷺ کی اقتدا صحت کا بلند ترین مرتبہ ہے۔

علامہ شاطبیؒ اس نکتہ پر روشنی ڈالتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ نے کسی کام کی اجازت دی اور خود اس کو اختیار نہیں کیا تو اگر کوئی شخص اس کو چھوڑ سکتا ہو تو اس کا چھوڑنا افضل ہے اور اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آئے جس میں اس کام کو اختیار کئے بغیر چارہ نہ ہو تو اسے اختیار بھی کیا جا سکتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور دین اسلام تو ہے ہی آسانی کا دین۔[72]

آٹھواں مسئلہ: سنت تقریری کے درجات باعتبار اقتداء

یہ مسئلہ جن مضامین پر محتوی ہے اس کو درج ذیل نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

1۔ حضور ﷺ کی تقریری اجازت کے ساتھ اگر آپ کا عمل بھی شامل ہو جائے تو پیروی کے لحاظ سے یہ اعلیٰ عمل ہے۔

2۔ اگر آپ کا فعل اقرار کے موافق نہ ہو تو اس فعل کی پیروی میں توقف کرنا بہتر ہے۔

3۔ آپ ﷺ کی تقریری اجازت بنفسہ مطلق جواز نہیں ہوتا بلکہ یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ اس میں کوئی سی چیز جائز ہے کون سی مباح۔[73]

نواں مسئلہ: سنت صحابہؓ

صحابہؓ کا قول و فعل اور تقریر بھی سنت ہے اس پر بھی عمل کیا جائے گا۔

سنة الصحابة رضى الله عنهم سنة يعمل عليها ، ويرجع اليها[74]

علامہ شاطبیؒ نے اس اصول پر دلائل نقل کئے ہیں:

1۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود صحابہ کی مداح قرآن میں کی ہے۔ جو عدالت صحابہ کا ثبوت ہے۔

2۔ دوسری یہ ہے کہ صحابہ کی اتباع کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے ارشادات موجود ہیں۔ کہ اتباع کے لحاظ سے صحابہ کی سنت بھی آپ ﷺ کی سنت کی طرح ہے۔

3۔ تیسری دلیل ہے کہ جمہور علماء اقوال میں ترجیح کے دوران صحابہ کے اقوال و آثار کو حجت اور دلیل سمجھتے ہیں۔

4۔ چوتھی دلیل وہ احادیث ہیں جو صحابہ کرامؓ سے محبت کے وجوب اور ان سے بغض رکھنے کی مذمت میں آتی ہیں۔

مزید یہ کہ نبی کریم ﷺ نے ان اصحاب کو اپنی سنت پر عمل کرنے کے لیے قبول کیا جس شخص کی یہ شان ہو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اسے رہنما بنایا جائے اور اس کی سیرت کو قبول کیا جائے۔[75]

دسواں مسئلہ: سنت کے اخبار واحکام میں عصمت نبوی ﷺ

مسئلہ ھذا کی بحث کے حاصلات درج ذیل دو نکات ہیں[76]:

1۔ اگر کوئی بات آپ ﷺ کے دل میں پھونکی جائے یا نفس میں ڈالی جائے یا کسی بھی غیبی امر سے آپ کو اطلاع ہو یہ سب حق ہے اور قابل عمل ہے کیونکہ آپ ﷺ اپنی خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کیا کرتے تھے۔

2۔ آپ ﷺ کا کشف حق تھا جبکہ اولیاء کے کشف میں ظن پایا جاتا ہے۔ اس لئے عام انسان کے کشف کا معاملہ اور نبی پر کشف کے معاملے میں فرق ہے۔ کیونکہ عام انسان میں غلطی، خطا اور بھول کے امکانات ہیں اور اگر امت کی طرف نسبت کر کے یہ ثابت کیا جائے کہ ان کا کشف بھی حق ہے تو ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ کشف کے لئے عصمت کی شرط لازم ہے اور امت میں یہ شرط مفقود ہے اور اہل دانش کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شرط نہ رہے تو مشروط بھی نہیں رہتا۔

نتائج بحث

سنت بطور دلیل شرعی کی بحث میں امام شاطبیؒ کے اسلوب استدلال سے درج ذیل نتائج مستفاد ہوتے ہیں:

- سنت کا اطلاق رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل اور سکوت پر ہوتا ہے جبکہ چوتھی صورت صحابہ کرامؓ کا قول فعل اور تقریر ہے۔

- قرآن اجمالاً اور تفصیلاً یقینی ہے جبکہ سنت کا یقینی ہونا صرف اجمالاً ہے تفصیلاً نہیں۔
- قرآن مبیّن ہے اور سنت کا درجہ بیان کا ہے لہٰذا اگر مبیّن ساکت ہو جائے تو لامحالہ بیان بھی ساکت ہو جائے گا۔ جبکہ بیان کے ساکت ہونے سے مبیّن کا ساکت ہونا لازم نہیں۔
- سنت اپنے معنی میں قرآن کی طرف راجح ہے یہ قرآن کے اجمال کی تفصیل، مشکل کی توضیح اور اختصار کی تفصیل ہے لہٰذا سنت میں کوئی ایسی بات نہیں جس کے معنی پر قرآن دلالت نہ کرتا ہو خواہ وہ دلالت اجمالی ہو یا تفصیلی۔
- سنت پر دلیل کتاب اللہ ہے اگرچہ وہ قرآن کی تفسیر کرتی ہے یہاں تک کہ قرآن ہی کے کلیہ میں داخل ہو جاتی ہے۔
- مصالح دارین سے متعلق قرآن اصول پیش کرتا ہے اور سنت اس کی وضاحت کرتی ہے۔
- مصالح کی اقسام ثلاثہ یعنی ضروریات، حاجیات اور تحسینیات ہیں۔ قرآن کے تمام احکامات انہی تین مقاصد سے متعلق ہیں اور سنت انہی اقسام کی تکمیل کرتی ہے۔ سنت یا تو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی ہے یا رسول اللہ ﷺ کا اجتہاد ہوتا ہے یا پھر قیاس۔
- کسی قول کے ساتھ آپ ﷺ کا فعل بھی شامل ہو جائے تو پیروی میں وہ صحت کے بلند ترین مرتبہ پر ہوتا ہے۔
- آپ ﷺ کی تقریری اجازت بنفسہ مطلق جواز کی دلیل نہیں بلکہ اس میں غور و فکر کے ذریعے اس کا حکم معلوم کیا جائے گا۔
- آپ ﷺ کا کشف حق تھا اس کے برعکس اولیاء کے کشف میں ظن پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں خطا کا احتمال ہے۔ کشف کے لئے عصمت کی شرط امت میں مفقود ہے لہذا جب شرط نہ رہے تو مشروط بھی نہیں رہتا۔

حوالہ جات و حواشی

[1] امام شاطبیؒ کا پورا نام ابراہیم بن موسیٰ، ابو اسحاق شاطبی ہے۔ آپ آٹھویں صدی ہجری کے نامور متکلم، فقیہ اور اصولی تھے۔ آپ نے ۷۹۰ھ بمطابق ۱۳۸۸ء میں وفات پائی۔ (تفصیلی احوال کے لیے دیکھیے: مخلوف، محمد بن محمد، شجرۃ النور الزکیۃ فی طبقۃ المالکیۃ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۳ء، ۱/ ۳۳۳)

[2] شاطبی، الموافقات فی اصول الشرعیۃ، بیروت، دار الکتاب العربی، ۲۰۰۲ء، ۴/ ۶۷۲

[3] ایضاً

[4] ایضاً، ۴/۶۷۳

[5] احمد بن حنبل، المسند، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، ۲۰۰۱م، ۲۸/ ۳۷۳

[6] الموافقات، ۴ /۶۷۳

[7] احمد بن حنبل، المسند ۳۸۲/۳۶، رقم الحدیث ۲۲۰۶۱

[8] الموافقات، ۴ /۶۷۴

[9] الموافقات، ۴/ ۶۷۶

[10] النحل ۱۶: ۴۴

[11] الموافقات، ۴ /۶۷۶

[12] احمد بن حنبل، المسند، ۱۴۸/۴۱، رقم الحدیث ۲۴۶۰۱

[13] القلم ۶۸: ۴

[14] الموافقات، ۴ /۶۷۶

[15] ایضاً، ۴ /۶۸۴

[16] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب لا تجری الصلوٰۃ قبل غروب شمس، رقم الحدیث ۵۸۶

[17] الحشر ۵۹: ۷

[18] الموافقات، ۴ /۶۸۵

[19] النساء ۴: ۵۹

[20] الموافقات، ۴ /۶۸۵

[21] ایضاً

[22] الموافقات، ۴: ۶۸۶

[23] ایضاً، ۴/۶۸۶-۶۸۷

[24] ایضاً، ۴/۶۸۷

25 ایضاً، ۴ /۶۸۸-۶۸۷

26 ایضاً، ۴/۶۸۸

27 ایضاً

28 ایضاً

29 ایضاً،

30 الانعام ۶: ۱۴۵

31 ابوداؤد، السنن، کتاب الاطعمہ، باب النہی عن اکل الجلالۃ والبانھا، رقم الحدیث ۳۷۸۵

32 بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الذبائح والصید، باب: الظب، رقم الحدیث ۵۵۳۶

33 ابوداؤد، السنن، کتاب الاطعمہ، باب فی اکل لحم الحباری، رقم الحدیث ۳۷۹۷

34 بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحبہ، باب: قبول ہدیۃ الصید، رقم الحدیث ۲۵۷۲

35 الموافقات، ۴/۶۸۹

36 مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، کتاب الاشربہ، باب نہی عن الانتباذ فی المزفت والدباء، رقم الحدیث ۹۷۷؛ صحیح ابن حبان، کتاب الاشربۃ، فصل فی الاشربۃ عن عبداللہ بن مسعود، رقم الحدیث ۲۴۱۰

37 احمد بن حنبل، المسند، ۶/۲۳۰، رقم الحدیث ۶۶۷۴

38 الموافقات، ۴ /۶۹۰

39 ایضاً، ۴/۶۹۵

40 ایضاً

41 النساء ۴: ۲۴

42 الموافقات، ۴/۶۹۷

43 ایضاً

44 النساء ۴: ۲۳

45 الموافقات، ۴/۶۹۸

46ایضاً، ۴/۴۰۱
47البقرۃ ۲: ۴۲۳
48الطلاق ۶۵: ۴
49الموافقات، ۴/۴۰۳
50البقرۃ ۲: ۱۸۷
51بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصوم، باب: قول اللہ تعالیٰ (وکلواواشربوا۔۔۔)، رقم الحدیث ۱۹۱۶؛ الموافقات، ۴/۴۰۳
52الموافقات، ۴/ ۴۰۶
53ایضاً
54آل عمران، ۳/۱۷۱
55ابوداؤد، السنن، کتاب الجہاد، باب فضل الشہادۃ، رقم الحدیث ۲۵۲۰
56البقرۃ ۲: ۱۴۳
57آل عمران ۳: ۱۱۰
58ترمذی، السنن، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ البقرۃ، رقم الحدیث ۳۰۰۴؛ الموافقات، ۴/ ۴۰۶
59الموافقات، ۴ /۴۰۹
60ایضاً
61ایضاً
62ایضاً
63ایضاً
64الموافقات، ۴/۴۱۰
65ایضاً
66ایضاً
67بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الذبائح والصید، باب: الضب، رقم الحدیث ۵۵۳۶؛ الموافقات، ۴ /۴۱۰

[68] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب: مایکرہ من کثرۃ السوال۔۔۔، رقم الحدیث ۷۲۹۰؛ الموافقات، ۴/ ۱۰ا

[69] الموافقات، ۴ /۱۴ا

[70] ایضاً

[71] الموافقات، ۴ /۱۶ا

[72] ایضاً

[73] ملخص: الموافقات، ۴ /۱۸ا-۱۷ا

[74] الموافقات، ۴ /۱۸ا

[75] الموافقات، ۴/ ۲۱ا-۱۸ا

[76] ملخص، الموافقات، ۴ /۲۴ا-۲۱ا